تحریر: حکیم عبدالرحمٰن خلیق

عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص

بے انصافی کی ابتدا

شیعہ رواۃ نے اگر عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کی پُر فریب حکمت عملی کے ثبوت میں اس روایت کو بکثرت رواج دیا ہے اور نقل در نقل بالالتزام اس کو اچھالا ہے تو ان کی مجبوری بالکل ظاہر ہے، مگر تعجب ہے کہ یہاں اہل السنۃ مؤرخین نے بھی ایسی روایات کی چھان بین کرنے کی بجائے اس شیعی بے انصافی کو من وعن قبول کر لیا ہے اور ان کے ہاں بھی یہ روایت انہی لفظوں اور انہی معنوں میں منقول ہے جن معنوں کے لیے اس کو اختراع کیا گیا تھا حالانکہ بادنیٰ تامل ہی اس روایت کا ضعف واضح ہے اور اس کو ضعیف، ناکارہ، موضوع اور ناقابل قبول قرار دینے کے لیے صرف ایک درایت ہی کافی تھی ہمارے وہ مصنف بھی جن کو دورِ حاضر میں نابغۂ دہر اور غزالیٔ وقت کے خطابات سے نوازا گیا ہے۔ اس روایت کو نقل فرما کر یہ تو کہتے ہیں کہ:

> "ظاہر ہے یہ تدبر ایک مومن کی ثقاہت کو مجروح کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ اس تدبر سے صاحب تدبر کی نسبت کوئی اچھا تاثر پیدا نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ اس تدبیر سے مطلوب فی الواقعی قرآن کا فیصلہ ہی طلب کرنا ہرگز نہیں تھا اور ظاہر ہے کہ تدبیر اخلاص کے ساتھ اختیار نہیں کی گئی تھی۔ او کما قال"

مگر وہ اس روایت کی نسبت شاید کسی داخلی یا خارجی سبب سے یہ سوچنا پسند نہیں کرتے کہ آیا اس روایت کو محض اس لیے تسلیم کر لینا چاہیے کہ اسے طبری نے روایت کیا ہے یا اس کو ابن سعد نے نقل کر دیا ہے یا ابن کثیر اور ابن اثیر اس کو اپنے ہاں لے آئے ہیں؟

اور انہوں نے یہ سوچنا گوارہ نہیں کیا کہ آیا طبری اور طبقات کی روایات کو اس لیے صحت کی سند حاصل ہے کہ وہ طبری اور طبقات کے صفحات میں درج ہیں اور آیا جو روایات بھی ان تواریخ میں نقل ہوئی ہیں کیا وہ سب کی سب ہی صحیح اور لائق احتجاج ہیں !

آہ کیا یہ روایات ؟

اس وقت ہمارے پاس مختلف کتب تواریخ کے کئی کئی صفحات پر پھیلی ہوئی متعدد ٹکڑوں میں یہ مفصل روایت بالفاظ مختلفہ انہی مذکرہ مندرجات پر مشتمل موجود ہے اور اس کے اندر سب سے پہلا ذہنی اختلاف قرآن کریم کو عراقیوں کے سامنے پیش کرنے کے طریقۂ کار کا ہی سامنے آتا ہے۔

ہم نے زیادہ تفصیل سے بچتے ہوئے یہاں صرف طبقات ابن سعد کی مفصل روایت سے ایک متعلقہ حصہ نقل کیا ہے جس میں قرآن کریم کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اور کھول کر عراقیوں کے سامنے پیش کرنے کی تجویز ذکر کی گئی ہے حالانکہ یہی روایت جب ابن جریر اپنے ہاں درج کرتے ہیں تو وہ قرآن کریم کو نیزوں پر باندھ کر عراقیوں کے سامنے بلند کرنے کو بطور ایک واقعہ کے بیان کرتے ہیں اور پھر یہ روایات اگلے مؤرخین نے اپنے ہاں جہاں جہاں نقل کی ہیں یہ اختلاف بھی اپنے اپنے ماخذ کے اعتبار سے آگے بڑھتا چلا گیا ہے۔

اب ابن جریر طبری اپنی ہر ہر روایت کی نسبت زور دیتے ہیں کہ مجھے یہ روایت فلاں شخص نے جو موقعہ کا گواہ ہے یا موقعہ کے گواہ ہونے تک پہنچتا ہے لکھ کر دی ہے یعنی وہ اپنی ہر روایت کو واقعہ کی صحت کا دستاویزی مواد بیان فرماتے ہیں اور یہی ادعا دوسرے بزرگوں کا بھی ہے۔

لیکن اگر محض اس ادعا کو ہی واقعہ کی صحت کا ثبوت سمجھ لینا درست ہے تو اس بات کا جواب طبری کے پاس ہے اور نہ صاحب طبقات کے پاس نہ ابن کثیر کے پاس ہے، نہ ابن اثیر کے پاس کہ آپ کی تواریخ کے ایک ایک صفحہ پر اس ادعا کے ساتھ متضاد مرویات کا جو ایک سلسلہ پھیلا ہوا ہے، آپ کو خود بھی کیوں معلوم نہیں ہے کہ اس سلسلہ کی کون سی کڑی صحیح ہے اور کون سی غلط ہے جب کہ ہر روایت کا راوی آپ کے پاس بطور ایک معتبر گواہ کے ہی پہنچا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم ایک مثال طبری کے صفحات سے پیش کرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے المناک سانحہ پر جب نیا خلیفہ منتخب کرنے کا سوال اٹھا تو لوگ نئے

خلیفہ کی تلاش میں نکلے اور بالآخر حضرت علیؓ کو بطور خلیفہ کے منظور کر لیا گیا مگر اس خلافت کا انعقاد جس صورت میں وقوع پذیر ہوا ہے۔ جناب طبری اس عنوان سے ان روایات کے علاوہ جو کتاب کے مختلف ابواب میں بکھری پڑی ہیں۔ بائیس روایات بعنوان "خلافت امیرالمومنین علی بن ابی طالبؓ" صرف ایک ہی باب میں لاتے ہیں اور اس پورے باب کا ماحصل چند سطور میں یہ ہے:

* طلحہؓ اور زبیرؓ کو علیؓ کی بیعت سے انکار تھا۔
* طلحہؓ اور زبیرؓ نے بغیر کسی تحریک کے از خود علیؓ کے گھر پہنچ کر سب لوگوں سے پہلے بیعت کی بلکہ پہلی بیعت طلحہؓ کی ہی تھی
* جا کر طلحہؓ کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹتا لایا اور تلوار گردن پر رکھ کر بیعت کروائی۔
* حکیم بن جبلہ زبیرؓ کو گرفتار کر کے لایا اور اسے بیعت کے لیے مجبور کیا۔
* مہاجرین اور انصار کا جم غفیر علیؓ کے پاس پہنچا۔ طلحہؓ اور زبیرؓ ہمراہ تھے اور جا کر سب نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔
* سب لوگ بیعت کر چکے مگر طلحہؓ اور زبیرؓ نہ آئے تھے پھر انہیں گھروں سے نکلوا کر زبردستی لایا گیا اور بیعت کرائی گئی۔
* علیؓ زبیرؓ کے گھر گئے کہ اسے بیعت کے لیے کہیں مگر وہ تلوار تول کر بیٹھ گئے۔ یہ واپس آ گئے اور آ کر کہا کہ "زبیرؓ نے بیعت کر لی ہے"
* علیؓ خود طلحہؓ کے گھر گئے اور جا کر کہا کہ "لاؤ ہاتھ بڑھاؤ میں تمہاری بیعت کرتا ہوں"۔
* علیؓ اپنی خلافت پر راضی نہیں تھے مگر اشتر نے علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، خدا کی قسم اگر ہاتھ چھڑایا تو خیر نہیں چنانچہ علیؓ مان گئے اور سب سے پہلے ان کی بیعت اشتر نے کی۔

——— اور اس کے ساتھ پھر دوسرے بعض ابواب سے مندرجہ ذیل چند روایات بھی ملا لیجیے تاکہ بات زیادہ قرین فہم ہو جائے

* عائشہؓ نے علی کی خلافت کا سنتے ہی واپسی کا حکم دیا اور مدینہ کی راہ سے واپس مکہ چلی گئیں۔
* عائشہؓ، زبیرؓ اور طلحہؓ نے حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور ان کے خلاف خروج کیا۔

عائشہؓ سے احنف نے پوچھا کہ عثمانؓ تو شہید ہو چکے ہیں۔ اب کس کی بیعت کروں؟ فرمایا "علیؓ کی بیعت کرو"

زبیرؓ اور طلحہؓ سے پوچھا گیا کہ عثمانؓ کے بعد کس کی بیعت مناسب ہے۔ دونوں کہنے لگے "علیؓ کی"

علیؓ کہتے ہیں کہ طلحہؓ اور زبیرؓ سے ہرگز جبری بیعت نہیں لی گئی۔

علیؓ کہتے ہیں کہ طلحہؓ اور زبیر سے جبری بیعت مسلمانوں کی بھلائی کے لیے لی گئی۔

روایات اپنی اصل شکل میں آپ کے سامنے ہیں۔ اب کیا خیال ہے آپ کا کہ صحیح صورت حال کیا ہے؟ یہ جتنی روایات بھی آپ دیکھ رہے ہیں بلا ریب سب کی سب ایک دوسری کی ضد ہیں اور یہ امر بھی غیر مشتبہ ہے کہ تواریخ کے لائق احترام مصنفین کے بقول ان سب کا ہی دستاویزی ثبوت ان کے پاس موجود ہے اور راوی بھی سب کے ہی قوی ہیں تاہم اس بات کو مصنف کا حسنِ ظن ہی کہا جائے گا کہ انہیں جس کسی نے جو کچھ لا کر دیا ہے انہوں نے اسے بطور واقعہ قبول کر کے محفوظ کر لیا ہے۔ اور یہ ضرورت محسوس نہیں کی کہ باہم مخالف وموافق روایات میں کوئی تطبیق دی جائے یا ان کی تاویل کر کے اختلاف مابین الروایات کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

اب جو لوگ ان غیر ثقہ اور مختلف المطالب روایات کو بے جھجک نصّ کے متوازی قرار دے کر محض اپنی افتاد یا ضرورت کے جواز پر ہی اپنے خیالات کا محل ان کے دوش پر استوار کرتے ہیں، کیا وہ یہ بات بتانے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے کہ جناب طبری نے جو ان سب کی سب روایات کو بلا امتیاز اور بلا تحقیق صرف سن سنا کر ہی آپ کے سامنے رکھ دیا ہے تو کیا آپ کو یہ لائق ہے کہ متنازعہ فیہ امور میں بھی آپ جس روایت کو اپنے مطلب کے قریب پائیں اسے قبول کر لیں اور جو آپ کے مفید مطلب نہیں وہ خواہ آپ کی اختیار کردہ روایت کے ساتھ اسی جگہ اور اسی صفحہ پر موجود ہو آپ اسے ہاتھ تک نہ لگاویں اور نہ ہی اپنے استدلال کے وقت اس کی رعایت ملحوظ رکھیں۔

آپ آخر طبری یا اس سطح کے دوسرے بزرگوں کی ان مختلف فیہ روایات کو جن کا مفاد ایک دوسری سے بالکل متصادم ہے جانچے پرکھے بغیر استدلال واستشہاد کا مبنیٰ قرار دیتے ہیں کیونکر حق بجانب ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک آپ کی یہ روش جانبداری، گروہی تعصب سیاسی ضرورت اور کتمانِ حق نہیں ہے تو آخر ان اصطلاحات کے محلات اور کون سے ہیں؟

بات کی مزید وضاحت کے لیے ہم ایک مثال اور بھی آپ کے سامنے رکھنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

ابن جریر طبری فرماتے ہیں:

- "حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت منعقد ہو جانے کی اطلاع لے کر خود حضرت عمرؓ ہی حضرت علیؓ کے گھر پہنچے۔ وہاں حضرت علیؓ کے علاوہ طلحہؓ، زبیرؓ اور بعض دوسرے لوگ بھی تھے عمرؓ نے جاتے ہی کہا:

  "چل کر ابوبکر کی بیعت کرو ورنہ میں اس گھر کو آگ لگا کر تم سب کو جلا دوں گا۔"

  اس پر زبیرؓ تلوار بدست عمرؓ پر حملہ کے لیے بڑھے مگر فرش میں پاؤں کے الجھ جانے سے گر گئے اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ تب لوگوں نے زبیرؓ پر قابو پا لیا۔

- "علیؓ اور زبیرؓ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنے نہیں آئے تھے۔ زبیرؓ نے ابوبکرؓ کی خلافت کی خبر سنی تو مشتعل ہو گئے۔ تلوار نیام سے نکالی اور کہا:

  "جب تک علیؓ کی بیعت نہ کی جائے گی میں تلوار نیام میں نہیں کروں گا۔"

  عمرؓ نے یہ خبر سنی تو کہا:

  "جاؤ زبیرؓ سے تلوار چھین کر پتھر پر دے مارو۔"

  پھر عمرؓ خود ہی گئے اور زبیرؓ کو زبردستی پکڑ لائے اور کہا:

  "تمہیں خوشی سے یا ناخوشی سے بہرحال بیعت کرنی ہوگی۔"

  چنانچہ انہوں نے بیعت کر لی۔

- "معمر کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے چھ ماہ تک حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی تھی اور اس عرصہ میں بنو ہاشم میں سے بھی کسی نے بیعت نہیں کی پھر فاطمہ کی وفات کے بعد جب علیؓ نے محسوس کیا کہ لوگوں کا خیال ان کی طرف سے پلٹ گیا ہے تو .... ابوبکرؓ کے پاس جا کر ان کی بیعت کر لی۔"

- "حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں کہ علیؓ اپنے گھر میں تھے۔ کسی نے آ کر کہا کہ:

  "ابوبکرؓ بیعت کے لیے مسجد میں بیٹھے ہیں۔"

  وہ فوراً اٹھے اور صرف قمیص پہنے ہوئے بغیر چادر اور ازار کے اس خوف سے مسجد کی طرف

بھاگے کہ بیعت کرنے میں دیر نہ ہو جائے۔ گھر سے مسجد میں آ گئے، بیعت کی اور پھر ابوبکرؓ کے پاس بیٹھ گئے اور اس کے بعد انہوں نے کسی کو بھیج کر اپنے گھر سے کپڑے منگوائے اور پہنے پھر وہیں بیٹھے رہے۔

اب فرمایئے ان روایات کو نقل کرنے اور اپنے خیالات کے محل کی بنیاد ان میں سے کسی ایک روایت پر رکھنے سے پہلے آپ کی مؤرخانہ دیانت کے کچھ فرائض بھی ہیں یا نہیں۔

اب پہلی روایت کو لیجئے اور فرمایئے عمرؓ کے لیے کیا وجہ اشتعال تھی کہ انہوں نے آتے ہی بس یہی کہا کہ بھلی نیت سے بیعت کے لیے چلے چلو ورنہ گھر کو پھونک دوں گا اور تم سب کو راکھ کر دوں گا پھر یہاں زبیرؓ بے قابو ہو کر عمرؓ پر حملہ کرتے ہیں ——— مگر

دوسری روایت میں یہی زبیرؓ جو یہاں حملہ کر رہے ہیں عمرؓ کی صورت دیکھتے ہی دبک جاتے ہیں اور چپ چاپ آگے لگ جاتے ہیں اور بیعت کر لیتے ہیں نہ علیؓ کو پوچھتے ہیں نہ کسی دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں۔ حالانکہ ابھی ابھی وہ علیؓ کی خلافت کے لیے تلوار کو لہرا لہرا کر سب کو چیلنج کر رہے تھے۔

تیسری روایت میں علیؓ چھ ماہ تک ڈٹے رہتے ہیں کہ ابوبکرؓ کی خلافت کو نہیں مانوں گا مگر فاطمہ کے انتقال کے ساتھ ہی اچانک یہ ناحق حق بن گیا اور اب وہ خود جا کر بیعت ہو رہے ہیں تاہم چھ ماہ پورے انہوں نے انکار جاری رکھا اور انہی بزرگوار کے جو تھے راوی کی اطلاع ہے کہ ابوبکرؓ کی خلافت کی خبر سنتے ہی انہوں نے ازار تک نہ سنبھالا اور بے تحاشا ننگی ٹانگوں اٹھ دوڑے اور جانے ہی پہلے بیعت کی اور پھر گھر سے پاجامہ منگوا کر پہنا۔

آخر ان روایات کے آئینہ میں آپ بے سمجھے سوچے اصلیت کو کیوں کر پا سکیں گے؟ ظاہر ہے کہ مختلف المطالب روایات میں سے جن کا ایک ہی واقعہ سے تعلق ہے۔ ایک بات ہی سچی ہو سکتی ہے یا پھر آپ دونوں میں تطبیق کے لیے کوئی تاویل کریں گے۔ مگر یہ نہیں ہو گا کہ آپ اپنی مرضی سے بلادلیل اس لیے ایک بات کو حق سمجھ لیں کہ وہ آپ کے موقف کو مفید ہے اور دوسری کو نظر انداز کریں کہ وہ آپ کے موقف کا ابطال کرتی ہے اور پھر دوسرے کو بھی یہ حق نہ دیں کہ وہ آپ کے قارئین کے سامنے آپ کی اس غیر مؤرخانہ اور غیر منصفانہ روش کی نشاندہی کر سکے۔

آخر آپ کے نزدیک ہمیشہ صرف روایت ہی کیوں صحت واقعہ کی نہاد کار ہے۔ آپ روایت کے

ساتھ درایت سے کیوں کام نہیں لیتے اور بالخصوص ایسے مقامات پر تو بجز درایت کے اور کوئی معقول طریق سے فیصلہ ہی نہیں ہوتا جہاں فرد کی شخصیت اور اس کی حیثیت عرفی اچانک کسی روایت کی بے دردی کی نذر ہو کر فرد کو مستقبل کی بھیانک تاریکی میں کھوئے جا رہی ہو جب کہ فرد کی پوری زندگی بجز اس ایک روایت کے انگشت نمائی کا محل کبھی نہ بنی ہو۔ قرآن کریم نے جب نبی علیہ السلام کی زبان سے کفار کو یہ کہا کہ:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِۦٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ [1]

کہ میں نے اب تک تمہارے اندر ہی زندگی بسر کی ہے میری اس زندگی کے آئینہ میں میرے کردار کو جھانک لو اگر کہیں رخنہ نظر آئے تو انگلی رکھو۔ اور یہاں جو کفار کو عقل و خرد سے کام لینے کی دعوت دی ہے تو یہ روایت سے بالکل ہٹ کر درایت کے بموجب ہی ہے اور پھر جب حضور علیہ السلام کے حرم محترم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کیچڑ اچھالا گیا اور کچھ نابکار لوگوں نے ان کی نسبت ایک نہایت ہی مکروہ اور ناشائستہ بات تخلیق کر کے پھیلا دی یہاں تک کہ کچھ سیدھے بھلے مومن بھی پھسل گئے تھے تو قرآن کریم نے اس واقعہ کی نسبت جو پہلی بات مسلمانوں سے کہی وہ اس درایت کی بنیاد پر ہی تھی۔ جہاں فرمایا:

وَلَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَآ أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَٰنَكَ هَٰذَا بُهْتَٰنٌ عَظِيمٌ [2]

کہ تم نے اس بیہودہ بات کو سنتے ہی یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات کہنا ہرگز زیبا نہیں ہے۔ معاذ اللہ یہ تو نری بکواس ہے

نیز فرمایا:

لَّوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ ٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا۟ هَٰذَآ إِفْكٌ مُّبِينٌ [3]

کہ جب تم نے یہ سنا تھا تو مسلمان مردوں اور عورتوں نے آپس میں ایک دوسرے کی نسبت حسن ظن کیوں روا نہ رکھا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو صاف جھوٹ ہے۔

---

[1] یونس [2] نور [3] نور

اور پھر تنبیہ فرمائی کہ :

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ أَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

کہ اگر تم سچے مومن ہو تو خبردار جو آئندہ کبھی تم سے ایسی کوتاہی صادر ہوئی۔

اور ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ روایت کی موجودگی میں روایت کے مقابلہ میں ہی کیا جارہا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہدایت کی یہ روایت عمروؓ بن العاص کی ذات پر بند کر دی جائے اور انہیں ایک ایسی روایت کا تختہ مشق ستم بن جانے کے لیے چھوڑ دیا جائے جو ان کی ایمان افروز زندگی کے بالکل منافی ہو علاوہ جس نے ایسے حالات میں وجود پایا ہو جب ایسی روایات کی تخلیق قطعی قابل فہم ہے۔

ہم اگر علیؓ عمرؓ عائشہؓ اور اس قسم کے دوسرے بزرگوں کے لیے یہ رعایت قبول کر لیتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں عمروؓ بن العاص کو اس ضابطہ رعایت سے مستثنیٰ کر دیا جائے اور ان کے متعلق غور کرنے، ان کی صحابیت، ان کی خدماتِ اسلامی اور ان کی محبتِ اسلام کو یکسر نظرانداز کر دیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ ہماری یہ کتبِ تواریخ اور ان کا بھاری بھرکم روایاتی ذخیرہ آموں یا خربوزوں کے ایک ایسے ڈھیر یا انبار کی حیثیت رکھتا ہے جس میں اچھے برے اعلیٰ النسل کے ادنیٰ النسل گلے سڑے اور تازہ و نورس میٹھے پھیکے اور تلخ و ترش ہر قسم کے آم یا خربوزے جمع ہوں اور اب کوئی شخص اگر کسی ایک خربوزہ یا آم کو اٹھاکر سارے ڈھیر یا انبار کو اسی پر قیاس کرے یا ایک حکم لگا دے تو فرمائیے آپ کے نزدیک کیا اس کا فیصلہ حقیقت کی عین عکاسی اور واقعات کے عین مطابق ہی ہوگا؟ اگر آپ اس کا جواب اثبات میں نہیں دیتے تو پھر آپ کو کیا حق ہے کہ طبری یا ابن اثیر طبقات یا ابن کثیر کی کوئی ایک روایت اپنے مطلب اور موقف کے موافق لیکر اسے حقیقتِ حال قرار دیں اور دوسروں کو مجبور کریں کہ وہ بھی آپ سے اتفاق کر لیں۔

خوب یاد رکھ لیجئے کہ اگر آپ نے ایسی بے احتیاطی کی تو پوری تاریخ سے امن اور حفاظت اٹھ جائے گی اور آپ جسے چاہیں گے انہی اوراقِ تاریخ میں بے آبرو اور عریاں دیکھ سکیں گے اور واقعات پر دھاندلی کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔

مزید دیکھیے حضور علیہ السلام نے حضرت عثمانؓ کی نسبت فرمایا تھا کہ یہ مظلوم شہید ہوں گے اور

معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات آپ نے کئی بار فرمائی ہے۔ ترمذی میں ہے :

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَالَ يُقْتَلُ هٰذَا فِيهَا مَظْلُومًا لِعُثْمَانَ

ابن عمر راوی ہیں کہ حضور نے فتنہ کا ذکر فرمایا اور کہا اس فتنہ میں یہ شخص مظلومانہ قتل ہوگا اور آپ نے عثمانؓ کی طرف اشارہ کیا۔

یہ روایت مرہ بن کعب کی زبانی ابن ماجہ میں بھی نقل ہوئی ہے جہاں مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ :

"اس فتنہ میں یہ شخص حق پر ہوگا۔"

الفاظ یہ ہیں :

هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى کہ یہ شخص اس روز ہدایت پر ہوگا۔

اور جس شخص کی نسبت اتنی صداقت سے فرمایا گیا ہے کہ وہ حق پر بھی ہوگا اور مظلومانہ قتل کیا جائے گا آپ کے یہی ابن جریر، ابن کثیر اور صاحب طبقات وغیرہم سارے ہی مؤرخین باتفاق اقرار کرتے ہیں کہ :

"صفین کے دوران جب بھی یہ سوال حضرت علیؓ کے سامنے آیا کہ آپ اقرار کریں کہ عثمانؓ مظلوم شہید ہوئے تھے تو آپ نے جواب دیا کہ میں نہ یہ کہتا ہوں کہ وہ مظلوم مارے گئے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ وہ ظالم تھے۔

اب آپ ہی فرمائیے آپ ایک ثابت شدہ حدیث کی موجودگی میں اور علی رضی اللہ عنہ کے عام کردار اور جذبات کو پیش نظر رکھ کر ان کی طرف یہ ظلم منسوب کرنے پر راضی ہو جائیں گے کہ انہوں نے فی الواقعی یہ موقف اختیار کیا ہوگا جب کہ وہ ہر مرحلہ پر عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے بھی قائل نظر آتے ہیں لیکن ان کے نزدیک بدلہ لینے کا ابھی وقت نہیں آیا تھا مگر آپ اس سب کچھ کو اس لیے نظر انداز کر دیں گے کہ یہ روایت طبری اور طبقات کی ہے اور اندھا دھند علیؓ پر اس بہتان کو صحیح سمجھ لیں گے اور پھر آپ ہی فرمائیے یا انہی مورخین سے دریافت کیجیے کہ آخر حضرت علیؓ انہیں کیوں مظلوم تسلیم نہیں کرتے جب کہ ان کی مظلومیت کی شہادت ان کی مظلومیت کے وقوع سے بھی کتنا ہی عرصہ قبل خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے

تھے اور یقیناً حضرت علیؓ اس حدیث رسولؐ سے باخبر ہوں گے اور اس کی ایک ہی صورت ہے کہ آپ اس روایت کی صحت کو اپنی درایت کی مدد سے واقعات کے آئینہ میں دیکھیے اور جب آپ اس کو علیؓ کی حق پذیری اور دیانت کے ترازو پر پورا اترتے نہ دیکھیں تو پھر اس کو رد کر دیجئے۔

ایک بات اور سنیئے مومن کی نسبت اللہ تعالیٰ کے رسول نے فرمایا کہ:

"اِنَّہٗ لَیْسَ بِاللَّعَّانِ وَلَا بِالطَّعَّانِ"

کہ وہ کسی پر لعنت کرنے کا عادی ہوتا ہے نہ طاعن کا شائق بلکہ وہ اَحْسَنُہُمْ خُلُقًا کی حسین تصویر اور شائستگی کا دلفریب مجسمہ بن کر اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا مظہر ہوتا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ علیؓ ایسے ہی تھے مگر یہ طبری کیا فرماتے ہیں، لیجئے دل کو تھام کر سنیئے،

"حضرت علیؓ کا قاعدہ تھا کہ جب صبح کی نماز پڑھتے تو اس میں قنوت پڑھتے اور فرماتے:
اے اللہ! معاویہؓ، عمروؓ بن العاص، ابو الاعور السلمی، حبیبؓ بن مسلمہ، عبدالرحمٰنؓ بن خالد ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ پر لعنت نازل فرما۔
جب معاویہؓ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے بھی قنوت شروع کر دی اور قنوت میں علیؓ ابن عباسؓ، اشتر، حسنؓ، حسینؓ پر لعنت بھیجتے[1]"

سبحان اللہ وبحمدہ کتنا حسین اور ایمان افروز کاروبار ہے جس کی طرح بقول طبری حضرت علیؓ نے دی۔ ہم نے تو اب تک یہی سن رکھا تھا کہ معاویہؓ نے سعدؓ سے کہا:

"مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسُبَّ اَبَا التُّرَابِ کہ تمہیں علی کو گالیاں دینے میں کیا مانع ہے؟"

مگر یہ کیا اندھیر ہے کہ طبری نے اس صفت کو علیؓ کے دامن سے وابستہ کر دیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ معاویہؓ نے یہ کاروبار جوابی طور پر کیا تھا ورنہ پہلے ان کی یہ عادت نہ تھی۔

- تو کیا آپ کا اس روایت کی صحت پر قرآن کی آیت ہی کی طرح ایمان ہے؟
- کیا علی فی الواقعی ایسے ہی لعّان اور سبّاب تھے؟
- کیا یہ فعل ان سے فی الواقعی صادر ہوا ہو گا؟

ہم تو حضرت امیر معاویہ سے منسوب روایت کی بھی تاویل کرتے ہیں اور روایت کے الفاظ کو معاویہؓ کے

---

[1] طبری جلد ۳، حصہ دوم، باب ۱۵

تحمل وبردباری اور اخلاقی بلندی کی روشن تاریخ کے آئینہ میں ان کے بھی موافق حال نہیں پاتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ محض تفحص حال ہے۔ کوئی مشورہ یا حکم نہیں ہے۔ تبھی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا۔ ؎

مگر طبری نے تو ایسی خبر دی ہے کہ حسن ظن سر پیٹ کر رہ جائے ۔

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے
ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیئے

کافروں کے لیئے تو قنوت میں بد دعا خود رسول علیہ السلام سے بھی ثابت ہے مگر یہ مسلمانوں کے حق میں ایک مسلمان کا قنوت میں بد دعا کرنا اور ان پر لعنت بھیجنا یہ بات صرف حضرت علیؓ سے ہی لائی گئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

پھر یہی نہیں بلکہ ابن جریر کا کہنا ہے کہ :

"علیؓ عام طور بھی اس سطح پر جلد اتر آیا کرتے تھے۔"

طبری کا کہنا ہے کہ :

"جب حضرت علیؓ کو طلحہؓ و زبیرؓ کے خروج کی خبر ملی تو آپ نے معاویہ کی طرف توجہ کرنے سے پہلے اوہر باگ موڑی اور حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا ، کہ تم بھی میرے ساتھ نکلو مگر انہوں نے لیت ولعل سے کام لیا ۔ اس پر علیؓ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا :

"میں بچپن سے اب تک دیکھتا رہا ہوں کہ تم ہمیشہ بد اخلاق رہے ہو اور میں تمہاری بد اخلاقی کی وجہ سے پہلے ہی تم سے ایسی امید رکھتا تھا کہ تم ضرور میرے ساتھ جانے سے انکار کر دو گے ۔"

حالانکہ انہوں نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ :

"اگر اہل مدینہ چلتے ہیں تو میں بھی تیار ہوں ، مجھے کوئی انکار نہیں ۔"

تو کیا صرف طبری کی ایک روایت سے حضرت علیؓ کی ساری تاریخ مسخ کر دی جائے گی ؟ اگر ایسا نہیں ہے اور آپ ایسی لایعنی روایات کو علیؓ کی ذات سے ہموار کرنے پر راضی نہیں ہیں تو بے چارے عمرو بن العاصؓ

؎ نووی

نے جو کہا انہوں نے منضبط کر لیا۔ انہوں نے کسی سے روایت قبول کر کے اس پر جرح نہیں کی۔ اس سے اس کا ماثہ و ماعلیہ دریافت نہیں کیا۔ اس روایت پر کوئی گواہی طلب نہیں کی۔ بس ایک روایت ان تک پہنچی اور انہوں نے اپنا ذخیرۂ روایات کھولا اور اس میں اسے تحریر کر کے محفوظ کر لیا۔

اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ ان روایات کو قرآنِ کریم، حدیثِ پاک، سنتِ رسول، اصول روایت اصول درایت کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھیں اور تولیں۔ یہ صحیح اتریں تو قبول کر لیں ورنہ رد کر دیں۔ آپ اگر اس کے علاوہ کوئی دوسری راہ اختیار کریں گے تو یہ آپ کا تشدد ہوگا، آپ کا تعصب ہوگا، آپ کی کوئی مصلحت ہوگی۔ آپ کی کوئی سیاسی ضرورت ہوگی۔ اسے حقیقتِ حال یا حقیقت کی طلب و تلاش نہیں سمجھا جائے گا۔

زیرِ بحث روایت

اب ہم پھر واپس اسی مقام پر پہنچتے ہیں جہاں سے ان مختلف البیان روایات پر بحث شروع ہوئی تھی اور ہم روایت کے سلسلہ میں اس کے داخلی اختلاف کا ذکر کر رہے تھے۔

اگر آپ غور کریں گے تو اس روایت کے تین بڑے بڑے اجزاء ہیں؛

۱۔ صدہا قرآنِ کریم نیزوں پر باندھ کر میدانِ جنگ میں اچھالے گئے

۲۔ علیؓ کی فوج نے اعلان کر دیا کہ ہمیں قرآن کا فیصلہ منظور ہے۔

۳۔ حضرت علیؓ نے جنگ جاری رکھنے کے لیے پرزور تقریریں کیں۔ بہت زور لگایا مگر اہلِ عراق نے ان کی ایک نہ سنی اور علی اپنی خلاف منشا جنگ بند کر دینے کے لیے مجبور ہو گئے۔

آئیے اب ان تینوں اجزاء میں سے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ نگاہ ڈالیں۔

ایجنٹ حضرات متوجہ ہوں

تمام ایجنٹ حضرات کو مطلع کیا جاتا ہے کہ براہِ مہربانی ماہنامہ ترجمان الحدیث کا بل ملتے ہی رقم کی ادائیگی فرما دیا کریں۔ بعض ایجنٹ حضرات بار بار یاددہانی کے باوجود بل کی ادائیگی کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔ ان سے تاکیداً گذارش ہے کہ فوراً اپنے بلوں کی ادائیگی کر کے مشکور فرمائیں۔ بصورت دیگر آپ کے نام کی ایجنسی بند کر دی جائے گی۔

(ناظم دفتر)